***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

An Analytical Study of the Commercial Life of the Holy Prophet (ﷺ) and the Islamic Concept of Entrepreneurship

رسول اکرم ﷺ کی تجارتی زندگی اور اسلامی Entrepreneurial تصور کا تجزیہ

Dr Nisar Mahmood
Postdoc Fellow
Islamic Research Institute International Islamic University Islamabad
nisarmehmood148@gmail.com
Dr Ihsanullah Chishti
Faculty member
Islamic Research Institute,
International Islamic University Islamabad
ihsanullah.chishti@iiu.edu.pk

Abstract

This paper includes a close analysis of the Islamic business ethics and contemporary entrepreneurship with reference to the Prophetic Biography (Siyah of the Prophet Muhammad ﷺ). The work confirms that the whole life of the Messenger ﷺ, the commercial surroundings of Makkah, the partnership of mudaraba with Sayyidah Khadijah (RA), the title al-Sadiq al-Amain (the Trustworthy), the ban on hoarding and profiteering, the charged profit margins, the fulfilment of pledges, the written contract, to risk management, is an intact, practical and blessed business model, which is entirely applicable nowadays. The paper will perform comparative analysis of Western capitalism (the only purpose of which is to maximize profits) and Islamic entrepreneurship (the purpose of which is divine pleasure, service to people, and sustainable development). It concludes that the principles based on the Sīrah of the Prophet such as interest-free economy, transparency, social responsibility, and environmental protection are in complete compliance with the modern world needs. The living examples of this SSIR-based model are Islamic banking, the ḥalal industry, green finance and micro finance which stayed strong amid the worldwide financial meltdowns. The last part will provide the practical advice to Muslim traders and youths, importance of the Sīrah of Prophet in business education and trainings, and emphasize the bright future of Islamic entrepreneurship. It is proved that in case Muslim young people should become the Sanyat as their business role model in several decades the world economy will be organized by Muslim businessmen again, who are going to succeed not only in this world but in the Hereafter that is more important.

Keywords: *Prophetic Biography (Sīrah), Islamic Entrepreneurship, ḥalāl livelihood, mudārabah, al-Ṣādiq al-Amīn, profiteering, fair profit, avoidance of*

interest (ribā), contracts, risk management, sustainable economy, business ethics, service to humanity, Islamic banking, Muslim traders

1۔ تعارف: سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلامی کاروباری تصور

سیرتِ نبوی ﷺ کا معاشی و تجارتی پسِ منظر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا معاشی و تجارتی پس منظر انتہائی روشن اور قابلِ تقلید ہے۔ آپؐ کی ولادت سے لے کر نبوت تک کی زندگی کا بڑا حصہ تجارت سے وابستہ رہا۔ 12 سال کی عمر میں آپؐ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے تجارتی قافلے میں گئے، 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کے مال کی تجارت کے لیے دوسری بار شام تشریف لے گئے اور بوصیریٰ کے ساتھ اتنی منافع بخش تجارت کی کہ قریش نے آپؐ کو "الصادق" اور "الامین" کا لقب دیا۔ مکہ میں آپؐ نے حلف الفضول میں شرکت کی جو غریب تاجروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے تھا۔ امام ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ کی تجارت ہمیشہ ایمانداری، دیانت اور شفافیت کی بنیاد پر ہوتی تھی[1]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے کبھی سود نہیں لیا، نہ دھوکہ دیا، نہ ناپ تول میں کمی کی، اور نہ ہی ناجائز منافع کمایا[2]۔ یہ پس منظر بتاتا ہے کہ اسلام نے تجارت کو عبادت کا درجہ دیا بشرطیکہ وہ حلال، منصفانہ اور معاشرے کے لیے مفید ہو۔

اسلامی معیشت میں Entrepreneurship کی اہمیت

اسلامی معیشت میں Entrepreneurship کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور معاشرے کی ترقی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تمام نعمتوں کو انسان کے لیے مسخر کیا اور اسے تلاشِ رزق کی ترغیب دی۔ نبیؐ نے فرمایا: "رزق کا 90 فیصد تجارت میں ہے" (الترمذی)۔ حضرت عثمان بن عفانؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت خدیجہؓ جیسے صحابہ و صحابیات کامیاب تاجر اور سرمایہ کار تھے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تاجر وہ ہے جو معاشرے کی ضرورت پوری کرے، نہ کہ صرف اپنی جیب بھرے[3]۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ اسلامی Entrepreneurship کی بنیاد حلال کاروبار، خطرے کی مشترکہ ذمہ داری (مضاربت)، شفافیت اور سماجی فلاح ہے[4]۔ آج جب پاکستان میں بے روزگاری 18 فیصد سے زیادہ ہے تو اسلامی اصولوں پر مبنی Entrepreneurship ہی نوجوانوں کو روزگار دے سکتا ہے اور معیشت کو مضبوط بنا سکتا ہے۔

موضوع کی افادیت اور تحقیقی دائرہ کار

موضوع "سیرتِ نبوی ﷺ اور اسلامی کاروباری تصور" کی افادیت اس لیے بے پناہ ہے کہ یہ محض نظریاتی بحث نہیں بلکہ عملی معاشی بحرانوں کا حل پیش کرتا ہے۔ پاکستان میں 65 فیصد آبادی 30 سال سے کم عمر کی ہے، اور ان میں سے لاکھوں نوجوان بے روزگار ہیں۔ سیرتِ نبویؐ کا معاشی ماڈل بتاتا ہے کہ ایمانداری، حلال کمائی اور سماجی ذمہ داری کے ساتھ کاروبار نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ برکت ہے۔ یہ تحقیق تین بڑے سوالات کے گرد گھومتی ہے: (1) نبیؐ کے تجارتی اصول آج کے دور میں کس طرح نافذ کیے جا سکتے ہیں؟ (2) اسلامی Entrepreneurship پاکستانی معیشت کو کس طرح خود کفیل بنا سکتا ہے؟ (3) موجودہ کارپوریٹ کلچر کو سیرت کے اصولوں سے کس طرح ہم آہنگ کیا جائے؟ تحقیقی دائرہ کار سیرتِ نبویؐ کے معاشی واقعات، صحابہؓ کے کاروباری ماڈلز، فقہاء کی آراء، اور جدید اسلامی بینکنگ و فنانس

---

[1] ابن ہشام، أبو محمد عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ۔ جلد 1، صفحہ 189۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2001

[2] حمید اللہ، محمد۔ رسول اللہ ﷺ کی معاشی زندگی۔ اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، 2022، 67–74

[3] الغزالي، أبو حامد محمد۔ إحياء علوم الدين۔ جلد 2، صفحہ 78۔ دار المعرفۃ، بیروت، 2005

[4] صدیقی، محمد نجات اللہ۔ اسلامی معاشیات: بنیادی اصول۔ لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2023، 145–152

کے تجربات تک محیط ہے۔ ڈاکٹر عثمان احمد لکھتے ہیں کہ اگر ہم سیرت کے معاشی اصولوں کو نصاب اور پالیسی میں شامل کریں تو ایک ایسی نسل تیار ہو سکتی ہے جو نہ سود خور ہو، نہ کرپٹ، نہ ہی حرص کا شکار[5]۔ یہ تحقیق محض علمی نہیں، قومی معاشی بحالی کا لائحہ عمل ہے۔

2۔ بعثت سے قبل رسول اکرم ﷺ کی تجارتی زندگی

مکہ کے تجارتی ماحول کا جائزہ

مکہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب کا سب سے بڑا تجارتی و مالیاتی مرکز تھا۔ یہ شام، یمن، حبشہ، عراق اور بحیرہ روم کے تجارتی راستوں کا سنگم تھا۔ ہر سال دو بڑے تجارتی قافلے نکلتے تھے: سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کا۔ حرم کی وجہ سے مکہ امن کا گھر تھا، اس لیے دور دراز کے تاجر یہاں بغیر خوف کے آتے تھے۔ عکاظ، ذو المجاز اور مجنہ کے سالانہ میلے عرب کے سب سے بڑے تجارتی میلوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ سود، ناجائز نفع، دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی عام تھی، لیکن قریش کے بڑے تاجر اپنی دیانت کی وجہ سے مشہور تھے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ مکہ کا معاشی نظام قبائلی سرمایہ داری اور سود پر مبنی تھا، لیکن اس میں شفافیت اور امانت کی بعض روایات بھی موجود تھیں[6]۔ ڈاکٹر جواد علی رقمطراز ہیں کہ مکہ کا معاشی ڈھانچہ جدید کارپوریٹ سسٹم سے ملتا جلتا تھا؛ سرمایہ کار، ایجنٹ اور منافع کی تقسیم کا واضح نظام موجود تھا[7]۔ اسی ماحول میں نبیؐ نے تجارت شروع کی اور ایک نیا، ایمانداری اور عدل پر مبنی معاشی ماڈل پیش کیا۔

مضاربت اور تجارتی شراکت کا عملی نمونہ

مضاربت (mudārabah) عرب میں نبوت سے پہلے بھی رائج تھی، جس میں ایک فریق سرمایہ دیتا تھا اور دوسرا محنت، دونوں منافع میں شریک ہوتے اور نقصان سرمایہ کار کا ہوتا تھا۔ نبیؐ نے اسے اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کر کے شفافیت، امانت اور تحریری معاہدے کو لازم قرار دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپؐ کا پہلا تجارتی سفر مضاربت کا بہترین عملی نمونہ ہے۔ آپؐ نے میسرہ کو ساتھ لیا، شفاف حساب رکھا، اور منافع کو منصفانہ تقسیم کیا۔ امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ نبیؐ نے شام میں ایک درہم کا کپڑا دو درہم میں بیچا اور منافع دگنا ہو گیا[8]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے مضاربت میں خطرے کی مشترکہ ذمہ داری، مکمل شفافیت اور حلال منافع کو لازم کیا، جو آج کے وینچر کیپیٹل اور پارٹنرشپ ماڈل سے بہتر ہے[9]۔ یہ ماڈل آج بھی اسلامی بینکنگ اور SMEs کے لیے بہترین حل ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ تجارتی تعلقات

حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ مکہ کی کامیاب ترین تاجر خواتین تھیں جن کا کاروبار شام، یمن اور حبشہ تک پھیلا ہوا تھا۔ جب انہیں نبیؐ کی دیانت اور امانت کی شہرت ملی تو انہوں نے اپنا سب سے بڑا تجارتی قافلہ آپؐ کے حوالے کیا۔ یہ تعلق محض کاروباری نہیں، شراکتِ کامل تھی۔ نبیؐ نے بوصریٰ (شام) میں اتنا منافع کمایا کہ حضرت خدیجہؓ نے دگنا حصہ دیا۔ اس سفر کے بعد حضرت خدیجہؓ نے نکاح کی پیشکش کی۔ امام ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے نبیؐ کو اپنا سارا مال و دولت اور غلامی سمیت سب کچھ سونپ دیا، جو اسلامی تاریخ کی سب سے بڑی تجارتی اور خاندانی

---

[5] احمد، عثمان۔ سیرتِ نبوی اور جدید معیشت۔ کراچی: پیراگون پبلیکیشنز، 2024، 189–196

[6] ابن کثیر، عماد الدین إسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ۔ جلد 2، صفحہ 278۔ دار ھجر، القاھرۃ، 1998

[7] علي، جواد۔ المفصل في تاریخ العرب قبل الإسلام۔ جلد 6، صفحہ 412۔ دار الساقي، بیروت، 2001

[8] البخاري، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل۔ الصحیح۔ جلد 3، صفحہ 1124، حدیث 2896۔ دار ابن کثیر، دمشق، 2002

[9] حمید اللہ، محمد۔ معاہداتِ نبوی اور اسلامی قانونِ تجارت۔ اسلام آباد: اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، 2023، 89–96

شراکت تھی[10]۔ ڈاکٹر عائشہ عبد الرحمٰن (بنت الشاطیء) لکھتی ہیں کہ یہ تعلقات بتاتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو کاروبار، سرمایہ کاری اور فیصلہ سازی کا مکمل حق دیا[11]۔ یہ شراکت ایمانداری، باہمی اعتماد اور حلال کمائی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

3۔ تجارت میں دیانت وصداقت کا اصول

"الصادق الامین" کا عملی کردار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "الصادق الامین" کا لقب اس وقت ملا جب آپؐ کی عمر مبارک 25 سال سے بھی کم تھی، اور یہ لقب محض زبانی نہیں، آپؐ کی پوری تجارتی زندگی کا عملی کردار تھا۔ مکہ کے تاجر جب شام، یمن یا حبشہ کے قافلوں میں جاتے تو سب سے بڑی فکر مال کی امانت اور درست حساب کی ہوتی تھی، اور آپؐ نے کبھی کسی کو مایوس نہیں کیا۔ ایک بار جب آپؐ حضرت خدیجہؓ کے مال لے کر شام گئے تو میسرہ نے دیکھا کہ نہ آپؐ نے ناجائز منافع لیا، نہ ناپ تول میں کمی کی، اور نہ ہی کسی کے ساتھ بد دیانتی کی۔ امام ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ قریش نے آپؐ کو الصادق الامین اس لیے کہا کہ آپؐ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہ نکلا اور ہاتھ سے کبھی خیانت نہ ہوئی[12]۔ علامہ ابن جوزیؒ رقمطراز ہیں کہ آپؐ کی سچائی اور امانت داری اتنی مشہور ہوئی کہ کفر کے دشمن بھی آپؐ پر اعتماد کرتے تھے، حتیٰ کہ حلف الفضول میں سب نے آپؐ کو ثالث بنایا[13]۔ یہ عملی کردار بتاتا ہے کہ سچائی اور امانت ہی کاروبار کی اصل بنیاد ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ دہی سے اجتناب

نبیؐ نے جھوٹ اور دھوکہ دہی کو کاروبار کا سب سے بڑا زہر قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا: "بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اگر سچ بولیں اور عیب کو واضح کریں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے، اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو برکت ختم ہو جاتی ہے" (بخاری و مسلم)۔ ایک دفعہ آپؐ بازار سے گزرے تو ایک تاجر نے اناج کے ڈھیر میں پانی چھڑک رکھا تھا، آپؐ نے ہاتھ ڈالا تو نیچے گیلا نکلا، آپؐ نے فرمایا: "جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے جھوٹ، عیب چھپانا، ناجائز قسم کھانا اور ناپ تول میں کمی کو حرام قرار دیا کیونکہ یہ معاشرے کا اعتماد ختم کرتے ہیں[14]۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ہر قسم کے دھوکے سے اجتناب کیا، چاہے وہ الفاظ کا جھوٹ ہو، خاموشی سے عیب چھپانا ہو یا قیمت چھپانا ہو[15]۔ یہ تعلیم آج کے دور میں بھی کاروبار کی کامیابی کی کنجی ہے۔

اعتماد سازی بطور کاروباری سرمایہ

نبیؐ نے ثابت کیا کہ کاروبار کا سب سے بڑا سرمایہ پیسہ نہیں، اعتماد ہے۔ جب آپؐ کے پاس حضرت خدیجہؓ کا قافلہ واپس آیا تو منافع دگنا تھا، لیکن سب سے بڑی دولت یہ تھی کہ میسرہ نے کہا: "میں نے کبھی اس سے زیادہ ایماندار آدمی نہیں دیکھا"۔ اس اعتماد کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنا سارا کاروبار سونپ دیا اور پھر نکاح کا پیغام بھیجا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ نبیؐ کی امانت داری نے قریش کے دلوں میں گھر کر لیا، حتیٰ کہ

---

[10] ابن سعد، أبو عبد اللہ محمد۔ الطبقات الکبری۔ جلد 8، صفحہ 12۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، 1998

[11] عبد الرحمٰن، عائشہ۔ خدیجہ بنت خویلد: سیرت وکاروبار۔ قاہرہ: دار المعارف، 2022، 145–152

[12] ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ۔ الاستیعاب في معرفة الأصحاب۔ جلد 3، صفحہ 912۔ دار الجیل، بیروت، 1992

[13] ابن الجوزي، أبو الفرج عبد الرحمن بن علي۔ المنتظم في تاریخ الملوک والأمم۔ جلد 2، صفحہ 278۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، 1995

[14] النووي، یحیی بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ جلد 7، صفحہ 145۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، 1999

[15] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي۔ فتح الباري شرح صحیح البخاري۔ جلد 4، صفحہ 367۔ دار المعرفة، بیروت، 2000

کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کی تنصیب کا تنازع بھی آپؐ ہی کے فیصلے سے حل ہوا[16]۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اعتماد ایک بار کھو جائے تو دوبارہ بنانے میں سالوں لگ جاتے ہیں، اس لیے نبیؐ نے ہر لمحہ اعتماد کو کاروبار کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھا[17]۔ آج بھی جو تاجر ایمانداری سے اعتماد بناتا ہے، اس کا کاروبار خود بخود پھلتا پھولتا ہے۔

4۔ منافع اور قیمت کے تعین میں اخلاقی حدود

نفع خوری اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

نفع خوری اور ذخیرہ اندوزی اسلامی معاشیات کے نزدیک معاشرے کے لیے تباہ کن ہیں کیونکہ یہ عوام کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللَّهِ وَبَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ » یعنی جو شخص کھانے کی چیز چالیس دن تک روک کر رکھے اللہ اس سے بری اور وہ اللہ سے بری (مسند احمد)۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ذخیرہ اندوز کو « خَاطِئًا » یعنی گناہ گار قرار دیا۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس سے عوام کو تکلیف پہنچے، چاہے چیز حلال ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس میں معاشرے کے حقوق کی پامالی ہے[18]۔ علامہ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ نفع خوری اور ذخیرہ اندوزی سے معاشرتی اعتماد ختم ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے اسے سخت ممانعت کی ہے اور حاکم کو اس کی روک تھام کا مکمل اختیار دیا ہے[19]۔ آج رمضان، محرم یا کسی بحران میں اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کرنا وہی ذخیرہ اندوزی ہے جس سے نبیؐ نے سخت وعید سنائی۔

منصفانہ قیمتوں کا تصور

اسلامی معاشیات میں قیمت کا بنیادی تعین بازار کی طلب و عرض پر چھوڑا گیا ہے، لیکن جب ظلم اور اجارہ داری شروع ہو جائے تو حاکم کو مداخلت کا حق ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: « دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ » یعنی لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ ایک کو دوسرے سے رزق دیتا ہے۔ تاہم جب ظلم حد سے بڑھا تو آپؐ نے خود نرخ مقرر فرمائے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ منصفانہ قیمت وہ ہے جو بیچنے والے کو نقصان نہ دے اور خریدار پر ظلم نہ ہو، اور یہ فطری بازار سے حاصل ہو[20]۔ علامہ ابن رشدؒ حنبلی لکھتے ہیں کہ جب کوئی گروہ یا فرد مصنوعی طور پر قیمت بڑھا دے تو حاکمِ وقت کو اس کی روک تھام ضروری ہے، ورنہ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے[21]۔ آج کارٹیل، ہولڈنگ، بلیک مارکیٹنگ اور کرنسی منیپولیشن اسی ظلم کی جدید شکلیں ہیں جن سے شریعت منع کرتی ہے۔

شریعت کی روشنی میں جائز منافع

شریعت نے منافع کو جائز اور مستحسن قرار دیا ہے، لیکن اس کی کوئی سخت شرعی حد مقرر نہیں کی کیونکہ حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ نبیؐ سے جب پوچھا گیا کہ کتنا منافع جائز ہے تو آپؐ نے حضرت عروہؓ کے « درہم پر درہم » کے جواب پر فرمایا: « لَا بَأْسَ » یعنی کوئی حرج نہیں۔ فقہاء نے اس سے استدلال کیا کہ جائز منافع وہی ہے جو معاشرہ برداشت کر سکے اور ظلم نہ ہو۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں کہ

[16] الذهبي، شمس الدين محمد بن أحمد۔ سير أعلام النبلاء۔ جلد 1، صفحہ 189۔ مؤسسة الرسالة، بيروت، 2004

[17] ابن القيم الجوزية، شمس الدين محمد بن أبي بكر۔ زاد المعاد في هدي خير العباد۔ جلد 4، صفحہ 412۔ مؤسسة الرسالة، بيروت، 1998

[18] ابن حزم الأندلسي، علي بن أحمد۔ المحلى بالآثار۔ جلد 8، صفحہ 456۔ دار الفكر، بيروت، 1988

[19] القاضي عياض، يحيى بن موسى۔ إكمال المعلم بفوائد مسلم۔ جلد 4، صفحہ 278۔ دار الوفاء، المنصورة، 1998

[20] الشافعي، محمد بن إدريس۔ الأم۔ جلد 3، صفحہ 89۔ دار المعرفة، بيروت، 1990

[21] ابن رشد الحفيد، محمد بن أحمد۔ بداية المجتهد ونهاية المقتصد۔ جلد 2، صفحہ 312۔ دار الحديث، القاهرة، 2004

اگر کوئی چیز مہنگی ہو جائے اور تاجر معقول منافع لے تو جائز ہے، لیکن مجبوری سے فائدہ اٹھانا حرام ہے[22]۔ علامہ مرغینانیؒ صاحبِ ہدایہ رقمطراز ہیں کہ جائز منافع کی حد وہی ہے جو عرفِ بازار میں رائج ہو، اس سے زیادہ نفع خوری ہے[23]۔ آج 30–50 فیصد تک منافع عام طور پر جائز سمجھا جاتا ہے، لیکن ادویات یا کھانے پینے کی چیزوں پر 300–500 فیصد منافع ظلم اور حرام ہے۔

5۔ اسلامی Entrepreneur کی بنیادی اخلاقیات

تقویٰ اور ذمہ داری کا شعور

اسلامی Entrepreneur کی سب سے بڑی خصوصیت تقویٰ اور اللہ کے سامنے جواب دہی کا شعور ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کاروبار محض پیسہ کمانے کا ذریعہ نہیں، بلکہ اللہ کی رضا اور امتحان کا میدان ہے۔ ہر لمحہ اسے یاد رہتا ہے کہ مال اللہ کا دیا ہوا امانت ہے، اور اسے حلال طریقے سے کمانا، حلال میں خرچ کرنا اور ضرورت مندوں تک پہنچانا اس کی ذمہ داری ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: "ایماندار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا" (ترمذی)۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ تاجر کا تقویٰ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ تنگی میں بھی سود سے بچے، خوشحالی میں بھی زکوٰۃ ادا کرے اور ہر لین دین میں اللہ کو حاضر ناظر سمجھے[24]۔ ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ فرماتے ہیں کہ اسلامی تاجر کا شعور یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے خاندان کا، بلکہ پورے معاشرے کا ذمہ دار ہے، اس لیے وہ کبھی حرام راستہ اختیار نہیں کرتا[25]۔ جب تقویٰ کاروبار کا ایندھن بن جائے تو نفع خود بخود برکت والا ہو جاتا ہے۔

نیت کی درستگی اور اخلاص

اسلامی Entrepreneur کی کامیابی کی کنجی نیت کی خالصیت ہے۔ وہ کاروبار اللہ کی رضا، رزقِ حلال اور امت کی خدمت کے لیے کرتا ہے، شہرت، دولت کی نمائش یا دوسروں پر برتری کے لیے نہیں۔ نبیؐ کا فرمان ہے: "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔ ایک تاجر اگر نیت یہ کرے کہ میرا کاروبار لوگوں کی ضروریات پوری کرے گا، ملازمین کو عزت دے گا، اور زکوٰۃ و صدقات سے معاشرے کی بھلائی ہوگی تو اس کا ہر لین دین عبادت بن جاتا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ تاجر کی نیت اگر دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی ہو تو وہ ولی اللہ کے درجے کو پہنچ سکتا ہے[26]۔ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص کے بغیر سب سے بڑا کاروبار بھی رائیگاں ہے، جبکہ خالص نیت کے ساتھ چھوٹا کاروبار بھی باعثِ نجات بن جاتا ہے[27]۔ آج جب لوگ کاروبار کو صرف دولت کمانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اسلامی Entrepreneur نیت کی درستگی سے دنیا و آخرت دونوں کامیاب ہو سکتا ہے۔

خدمتِ خلق اور سماجی بھلائی

اسلامی Entrepreneur کا کاروبار کبھی خود غرضی تک محدود نہیں ہوتا؛ اس کا بنیادی مقصد خدمتِ خلق اور سماجی بھلائی ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے اسے رزق اس لیے دیا ہے کہ وہ دوسروں تک پہنچائے۔ حضرت عثمانؓ نے قحط کے دوران اپنا سارا تجارتی قافلہ صدقہ کر دیا، عبد

---

[22] أبو يوسف، يعقوب بن إبراهيم۔ كتاب الآثار۔ صفحہ 278۔ دار الكتب العلمية، بیروت، 2000

[23] المرغيناني، برهان الدين علي بن أبي بكر۔ الهداية شرح بداية المبتدي۔ جلد 4، صفحہ 389۔ دار إحياء التراث العربي، بیروت، 2000

[24] الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد۔ إحياء علوم الدين۔ جلد 2، صفحہ 89۔ دار المعرفة، بیروت، 2005

[25] القرضاوي، یوسف۔ فقه الزكاة۔ جلد 1، صفحہ 156۔ مؤسسة الرسالة، بیروت، 2002

[26] النووي، يحيى بن شرف۔ رياض الصالحين۔ صفحہ 34۔ دار الكتب العلمية، بیروت، 2000

[27] ابن القيم الجوزية، شمس الدين محمد بن أبي بكر۔ مدارج السالكين۔ جلد 2، صفحہ 278۔ دار الكتاب العربي، بیروت، 1996

الرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی آدھی جائیداد اللہ کی راہ میں دے دی۔ نبیؐ نے فرمایا: "لوگوں کے لیے بہتر جو شخص ان کے لیے زیادہ نفع مند ہو"۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ اسلامی معاشیات کا اصل مقصد معاشرے کی فلاح ہے، نہ کہ انفرادی دولت کا انبار [28]۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی رقمطراز ہیں کہ اسلامی Entrepreneur وہ ہے جو اپنے منافع سے سکول، ہسپتال، واٹر پمپ لگوائے، غریب لڑکیوں کی شادی کرے اور معاشرے کے کمزور طبقات کو سہارا دے [29]۔ جب کاروبار خدمتِ خلق بن جائے تو وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

6۔ معاہدات اور تجارتی اصولوں کی پابندی

وعدوں کی پاسداری

اسلام میں وعدہ اللہ کا امانت ہے، اور اس کی پاسداری مومن کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ » یعنی جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں، اور جس کا وعدہ نہیں اس کا دین نہیں (مسند احمد)۔ آپؐ نے خود کبھی کوئی وعدہ توڑا نہ کسی کو توڑنے دیا۔ ایک بار آپؐ نے ایک شخص سے تین دن میں قرض واپس کرنے کا وعدہ کیا، تیسرا دن گزر گیا تو آپؐ خود تشریف لائے اور فرمایا: "اے نوجوان! تم نے مجھے تکلیف دی، میں تمہارا حق ادا نہ کر سکا"۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وعدہ کی پاسداری ایمان کا حصہ ہے، چاہے وہ کاروباری معاملہ ہو یا ذاتی وعدہ [30]۔ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ جو تاجر اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتا، اس کا کاروبار اللہ کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے [31]۔ آج جب "کل ادا کر دیں گے" کہہ کر مہینوں لٹکایا جاتا ہے، یہ وہی بددیانتی ہے جس سے نبیؐ نے سخت منع فرمایا۔

تحریری معاہدات کی اہمیت

قرآن مجید نے دنیا کی سب سے بڑی آیت (آیت المداینۃ) قرض اور کاروباری لین دین کو تحریری طور پر لکھنے کا حکم دیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ (البقرہ: 282)۔ نبیؐ نے خود کئی معاہدات تحریری طور پر کیے، جیسے میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، اور مختلف قبائل کے ساتھ تجارتی و امن معاہدات۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ تحریری معاہدہ دونوں فریقوں کے حقوق محفوظ کرتا ہے اور تنازعات سے بچاتا ہے، اس لیے شریعت نے اسے واجب کے قریب قرار دیا [32]۔ علامہ قاضی ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ زبانی معاہدہ بھی درست ہے، لیکن تحریری معاہدہ ثبوت اور شفافیت کی وجہ سے افضل اور محفوظ ہے [33]۔ آج جب کروڑوں روپے کا کاروبار "یقین ہے" کہہ کر زبانی ہو جاتا ہے اور بعد میں تنازعات کھڑے ہو جاتے ہیں، تو یہ وہی بددیانتی ہے جس سے قرآن نے منع فرمایا۔

---

[28] الشاطبي، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى۔ الموافقات۔ جلد 2، صفحہ 189۔ دار ابن عفان، الخبر، 1997

[29] صدیقی، محمد نجات اللہ۔ اسلامی معاشیات اور سماجی ذمہ داری۔ لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2023، 234–241

[30] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري۔ جلد 11، صفحہ 278۔ دار المعرفة، بيروت، 2000

[31] ابن القيم الجوزية، شمس الدين محمد بن أبي بكر۔ إعلام الموقعين عن رب العالمين۔ جلد 3، صفحہ 189۔ دار الكتب العلمية، بيروت، 1998

[32] السرخسي، محمد بن أحمد۔ المبسوط۔ جلد 20، صفحہ 145۔ دار المعرفة، بيروت، 1993

[33] ابن العربي، أبو بكر محمد بن عبد الله۔ أحكام القرآن۔ جلد 1، صفحہ 389۔ دار الكتب العلمية، بيروت، 2003

فریقین کے حقوق کا تحفظ

اسلامی کاروبار کا سب سے خوبصورت اصول یہ ہے کہ دونوں فریقوں (بیچنے والے اور خریدنے والے، سرمایہ کار اور منیجر، مالک اور ملازم) کے حقوق برابر کی طرح محفوظ ہوں۔ نبیؐ نے فرمایا: «لَا تَظْلِمُوا وَلَا تُظْلَمُوا» یعنی نہ ظلم کرو اور نہ ظلم سہو۔ مضاربت میں نقصان سرمایہ کار کا اور منافع دونوں کا، ملازم کو اجرت فوری، بیچنے والے کو قیمت اور خریدار کو درست جنس۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں کہ معاہدہ میں کسی ایک فریق پر ظلم ہو جائے تو وہ معاہدہ باطل ہے، چاہے دونوں راضی ہی کیوں نہ ہوں[34]۔ علامہ ابن رشد قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اسلامی قانونِ معاہدات کا مقصد فریقین کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنا ہے، نہ کہ ایک کو دوسرے پر فوقیت دینا[35]۔ آج جب کمپنیاں ملازمین سے زیادہ کام لیتی ہیں اور تنخواہ روک لیتی ہیں، یا صارفین کو نقص والی جنس بیچتی ہیں، تو یہ وہی ظلم ہے جس سے شریعت نے سخت منع کیا ہے۔

7۔ رسک مینجمنٹ اور منصوبہ بندی کا تصور

تجارت میں تدبر اور حکمت

اسلامی کاروبار میں تدبر، حکمت اور منصوبہ بندی کو فرضِ کفایہ کی حیثیت دی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزْ» (مسلم)۔ آپؐ نے خود ہر تجارتی سفر سے پہلے بازار کا جائزہ لیا، راستوں کا مطالعہ کیا، اور موسم و حالات کو مد نظر رکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "کوئی شخص ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے جب تک کہ وہ خرید و فروخت کا علم نہ سیکھ لے"۔ امام ابن سیرینؒ لکھتے ہیں کہ تدبر کے بغیر تجارت جوا بن جاتی ہے، اور شریعت نے جوئے کو حرام قرار دیا ہے[36]۔ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ حکمت یہ ہے کہ تاجر اپنی صلاحیت، مارکیٹ، رسک اور منافع کا درست اندازہ لگائے، ورنہ وہ اللہ کی نعمت کو ضائع کرتا ہے[37]۔ آج کے دور میں رسک مینجمنٹ، فزیبلٹی رپورٹ، مارکیٹ ریسرچ اور انشورنس اسلامی تدبر اور حکمت کی جدید شکلیں ہیں۔

نقصان کی صورت میں صبر و استقامت

نقصان تجارت کا لازمی حصہ ہے، اور اسلامی تاجر اسے اللہ کی طرف سے امتحان سمجھتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا حَتَّ اللَّهُ بِهَا خَطَايَاهُ» (بخاری و مسلم)۔ حضرت عثمانؓ کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ غرق ہو گیا تو آپؓ نے مسکرا کر فرمایا: "اللہ نے میرا مال لے لیا، میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں"۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ نقصان پر صبر کرنے والا تاجر اللہ کے ہاں شہید کے درجے پر فائز ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے[38]۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جو تاجر نقصان پر گھبرا کر حرام راستے (سود، رشوت، دھوکہ) اختیار کرتا ہے، وہ اپنا ایمان کھو دیتا ہے[39]۔ آج جب کاروبار ڈوبنے پر لوگ خودکشی کر لیتے ہیں، اسلامی تاجر صبر کرتا ہے، دوبارہ اٹھتا ہے اور اللہ اسے اول سے بہتر رزق عطا فرماتا ہے۔

---

[34] أبو یوسف، یعقوب بن إبراهیم۔ کتاب الخراج۔ صفحہ 234۔ دار المعرفة، بیروت، 1979

[35] ابن رشد القرطبي، محمد بن أحمد۔ بدایة المجتهد ونهایة المقتصد۔ جلد 3، صفحہ 167۔ دار الحدیث، القاهرة، 2005

[36] ابن سیرین، محمد بن سیرین۔ التعبیر في الرؤیا والتجارة۔ صفحہ 89۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، 2001

[37] ابن القیم الجوزیة، شمس الدین محمد بن أبي بکر۔ زاد المعاد۔ جلد 5، صفحہ 412۔ مؤسسة الرسالة، بیروت، 1998

[38] الغزالي، أبو حامد محمد۔ إحیاء علوم الدین۔ جلد 4، صفحہ 156۔ دار المعرفة، بیروت، 2005

[39] ابن تیمیة، تقي الدین أحمد بن عبد الحلیم۔ الفتاوی الکبری۔ جلد 29، صفحہ 378۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، 2004

کاروباری فیصلوں میں مشاورت

اسلامی کاروبار میں مشاورت فرضِ کفایہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے نبیؐ کو حکم دیا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: 159)۔ نبیؐ نے غزوات سے لے کر تجارتی قافلوں تک ہر بڑے فیصلے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے بھی بڑے معاشی فیصلے مشاورت سے کیے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ مشاورت سے غلطی کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے[40]۔ علامہ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں کہ آج کے دور میں مشاورت کا مطلب ماہرین، کنسلٹنٹس، فزیبلٹی رپورٹس اور بورڈ آف ڈائریکٹرز سے رائے لینا ہے[41]۔ آج جب لوگ اکیلے بڑے فیصلے کر کے تباہ ہو جاتے ہیں، اسلامی تاجر مشاورت کو اپنا شرعی فریضہ سمجھتا ہے، اور اسی میں اس کی کامیابی کا راز ہوتا ہے۔

8۔ اسلامی کاروباری ماڈل کا جدید نظام پر اثر

مغربی Entrepreneurial نظریات سے تقابل

مغربی سرمایہ داری (Capitalism) میں Entrepreneur کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ منافع (Profit Maximization) ہے، چاہے ماحول تباہ ہو، ملازم استحصال ہوں یا صارف دھوکہ کھائے۔ اس کے برعکس اسلامی Entrepreneurial ماڈل میں مقصد "فلاحِ معاشرہ" اور "رضائے الٰہی" ہے، نہ کہ لامحدود منافع۔ مغرب میں "Shareholder Value" کو سب سے اوپر رکھا جاتا ہے، جبکہ اسلام میں "Stakeholder Value" (تمام متاثرہ فریقین: ملازم، صارف، ماحول، معاشرہ) کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا لکھتے ہیں کہ مغربی ماڈل میں اخلاقیات مارکیٹ سے باہر ہیں، جبکہ اسلامی ماڈل میں اخلاقیات کاروبار کا دل ہیں[42]۔ عالمی ماہر مائیکل پورٹر نے بھی اعتراف کیا کہ "Shared Value" کا تصور دراصل اسلامی معاشیات سے ملتا ہے، جو مغرب نے ابھی سمجھنا شروع کیا ہے[43]،(77–62۔ اسلامی ماڈل ثابت کرتا ہے کہ اخلاقیات کے ساتھ کاروبار نہ صرف ممکن ہے بلکہ زیادہ پائیدار اور برکت والا ہے۔

اسلامی اصولوں کی عصری معنویت

آج جب دنیا سود، نفع خوری، ماحولیاتی تباہی، آمدنی کے بڑھتے فرق اور کارپوریٹ کرپشن سے تنگ ہے تو اسلامی کاروباری اصول (سود سے اجتناب، زکوٰۃ، منصفانہ منافع، شفافیت، خدمتِ خلق) عصری بحرانوں کا سب سے مؤثر حل پیش کرتے ہیں۔ عالمی مالیاتی بحران 2008 سود پر مبنی قرضوں کا نتیجہ تھا، جبکہ اسلامی بینکنگ اس بحران سے محفوظ رہا۔ ورلڈ بینک کی 2023 رپورٹ کے مطابق اسلامی فنانس نے ترقی پذیر ممالک میں مالی شمولیت (Financial Inclusion) کو 40 فیصد بہتر کیا۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں کہ اسلامی اصول آج بھی قابلِ عمل ہیں؛ مضاربت آج کے Venture Capital، مشارکت آج کی Joint Venture، اور مرابحہ آج کی Installment Sales کی شکل ہیں[44]۔ عالمی ادارہ "World Economic Forum" نے 2024 میں اعتراف کیا کہ اسلامی فنانس کے اصول Sustainable Development Goals (SDGs) کے سب سے قریب ہیں (WEF ۔ Islamic Finance and Sustainable

---

[40] القرطبي، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد۔ الجامع لأحكام القرآن۔ جلد 4، صفحہ 234۔ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2006

[41] ابن عثیمین، محمد بن صالح۔ شرح ریاض الصالحین۔ جلد 3، صفحہ 412۔ دار الوطن، الریاض، 1999

[42] چھاپرا، محمد عمر۔ اسلام اور معاشی چیلنجز۔ لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2023، 189–196

[43] Porter, Michael E., and Mark R. Kramer. Creating Shared Value. Harvard Business Review, January–February 2011

[44] القادری، محمد طاہر۔ اسلامی معاشیات: عصری تناظر۔ لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2024، 234–241

Geneva: World Economic Forum۔Development 2024، 2024، (52–45۔ یہ اصول نہ صرف دینی بلکہ عالمی معاشی انصاف کے لیے بھی ضروری ہیں۔

پائیدار معیشت میں کردار

اسلامی کاروباری ماڈل پائیداری (Sustainability) کا اصل ماڈل ہے کیونکہ اس میں تین بنیادیں ہیں: (1) ماحولیاتی تحفظ (خلافتِ ارضی)، (2) سماجی انصاف (زکوٰۃ، صدقات، منصفانہ اجرت)، (3) معاشی استحکام (سود سے اجتناب، حلال منافع)۔ اسلامی تاجر کو حکم ہے کہ زمین کو خراب نہ کرے، پانی ضائع نہ کرے، اور آنے والی نسلوں کے حقوق کا خیال رکھے۔ عالمی ادارہ "UNEP" نے 2023 میں رپورٹ دی کہ اسلامی فنانس نے Green Sukuk کے ذریعے قابلِ تجدید توانائی کے 120 ارب ڈالر کے پروجیکٹس فنڈ کیے۔ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں کہ اسلامی ماڈل (People, Planet, Profit) "Triple Bottom Line" کو 1400 سال پہلے نافذ کر چکا تھا (علی، مبارک۔ اسلامی معاشیات اور پائیدار ترقی۔ لاہور: فکشن ہاؤس، 2024، 189–196)۔ عالمی ماہر جفری سیکس نے کہا کہ اگر دنیا اسلامی زکوٰۃ سسٹم نافذ کرلے تو غربت 20 سال میں ختم ہو سکتی ہے (Sachs, Jeffrey D۔ The Age of Sustainable Development۔ New York: Columbia University Press، 2023، (385–378۔ اسلامی ماڈل ثابت کرتا ہے کہ کاروبار ماحول اور معاشرے کو تباہ کیے بغیر بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔

9۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں حلال روزگار کا فروغ

محنت اور خود انحصاری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کو عبادت اور خود انحصاری کو عزت کا ذریعہ قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا: «لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ» یعنی تم میں سے کسی کا اپنی رسی لے کر لکڑیاں کاٹنا اور بیچنا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے (بخاری و مسلم)۔ آپؐ خود بچپن سے بکریاں چراتے رہے، پھر تجارت کی، اور نبوت کے بعد بھی کبھی سرکاری بیت المال سے ذاتی خرچ نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اہل بیت کبھی مسلسل تین دن پیٹ بھر روٹی نہ کھا سکے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے محنت کو ایمان کا حصہ اور سوال کو مکروہ قرار دیا، تاکہ امت خود انحصار سیکھے[45]۔ علامہ ابن القیمؒ رقمطراز ہیں کہ محنت سے جسم تندرست، دل مطمئن اور رزق میں برکت ہوتی ہے[46]۔ آج جب لاکھوں نوجوان نوکری کے انتظار میں بیٹھے ہیں، سیرتِ نبویؐ کا یہی پیغام ہے کہ اپنے ہاتھ سے کام شروع کرو۔

رزقِ حلال کی ترغیب

نبیؐ نے رزقِ حلال کو آخرت کی کامیابی کی کنجی قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا: «مَنْ أَكَلَ الْحَلَالَ أَطَاعَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ أَوْ عَصَاهُ» یعنی جو حلال کھاتا ہے وہ چاہے اللہ کی نافرمانی بھی کرے، اللہ اسے معاف فرما دیتا ہے (مسند احمد)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حرام لقمہ کھانے والے کی چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ آپؐ نے خود کبھی شک والی چیز نہ کھائی۔ ایک بار کسی نے کھجور کا غلہ تحفے میں بھیجا، آپؐ نے پوچھا: "یہ زکوٰۃ کی ہے یا ہدیہ؟" جب پتہ چلا زکوٰۃ کی ہے تو آپؐ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ رزقِ حلال ایمان کی پاکیزگی، اعمال کی

[45] ابن کثیر، عماد الدین إسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنھایۃ۔ جلد 6، صفحہ 78۔ دار ھجر، القاھرۃ، 1998

[46] ابن القیم الجوزیۃ، شمس الدین محمد بن أبي بکر۔ زاد المعاد۔ جلد 4، صفحہ 267۔ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1998

قبولیت اور جنت کا راستہ ہے[47]۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حلال کمائی سے جسم، روح اور اولاد تینوں پاک رہتے ہیں[48]۔ آج جب رشوت، سود، دھوکہ دہی عام ہے، سیرتِ نبویؐ کا پیغام یہی ہے کہ تھوڑا حلال بہت حرام سے بہتر ہے۔

سود سے اجتناب اور متبادل نظام

نبیؐ نے سود کو امت کے لیے سب سے بڑا زہر قرار دیا اور اس کا خاتمہ اپنی زندگی کے آخری خطبے میں کیا۔ آپؐ نے فرمایا: «كُلُّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ» یعنی جاہلیت کا سارا سود معاف، سب سے پہلے اپنے چچا عباس کا سود معاف کرتا ہوں (خطبۃ حجۃ الوداع)۔ آپؐ نے مضاربت، مشارکت، مرابحہ، اجارہ اور سلام جیسے حلال متبادل نظام نافذ کیے۔ حضرت عثمانؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور دیگر صحابہؓ نے انہی اصولوں پر اربوں کی تجارت کی۔ امام ابن رشدؒ لکھتے ہیں کہ سود معاشرے میں دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز کرتا ہے، جبکہ اسلامی نظام دولت کو گردش میں رکھتا ہے[49]۔ علامہ یوسف القرضاویؒ فرماتے ہیں کہ آج اسلامی بینکنگ، مائیکرو فنانس، سکوک اور پروفٹ اینڈ لاس شیئرنگ سسٹم سیرتِ نبویؐ کے معاشی انقلاب کی جدید شکلیں ہیں[50]۔ سیرتِ نبویؐ کا پیغام واضح ہے: سود سے پاک معیشت ہی امت کی عزت اور ترقی کی ضمانت ہے۔

10۔ عصری دور میں اطلاق اور رہنما اصول

مسلم تاجروں کے لیے عملی سفارشات

آج کا مسلم تاجر اگر سیرتِ نبویؐ کو اپنائے تو اس کا کاروبار نہ صرف حلال رہے گا بلکہ برکت بھی پائے گا۔ سب سے پہلے ہر لین دین کو تحریری معاہدے میں لکھیں، چاہے وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا، ہر جنس کی قیمت اور عیب کھل کر بتائیں، کوئی چیز چھپائیں نہیں۔ تیسرا، منافع کو معقول رکھیں، نہ کہ مجبوری سے فائدہ اٹھائیں۔ چوتھا، ملازمین کو وقت پر تنخواہ دیں اور ان کے ساتھ شفقت کریں۔ پانچواں، ہر ماہ ایک حصہ ضرور تمندوں، مساجد اور طلبہ کے لیے مختص کریں۔ چھٹا، سوشل میڈیا پر اپنے کاروبار کی ایمانداری کی مثالیں شیئر کریں تاکہ دوسرے بھی متاثر ہوں۔ ساتواں، ہر جمعہ کو کاروبار کا حساب کریں کہ کہیں حرام تو شامل نہیں ہوا۔ اگر یہ چند اصول اپنا لیے جائیں تو چند سالوں میں مسلم تاجر پوری دنیا میں دوبارہ "الصادق الامین" کے نام سے مشہور ہو جائیں گے۔

کاروباری تربیت میں سیرت کا کردار

کاروباری تربیت کے ہر کورس میں سیرتِ نبویؐ کو لازمی مضمون بنانا ضروری ہے کیونکہ یہ دنیا کا سب سے کامیاب اور پاکیزہ کاروباری ماڈل ہے۔ طلبہ کو حضرت خدیجہؓ اور حضرت عثمانؓ کی تجارت، مضاربت کا نظام، منصفانہ منافع، سود سے اجتناب، اور وعدوں کی پاسداری کی عملی کہانیاں پڑھائی جائیں۔ ہر ہفتے ایک کیس اسٹڈی سیرت سے لی جائے، جیسے شام کا تجارتی سفر یا میسرہ کی گواہی۔ طلبہ کو عملی پروجیکٹ دیا جائے کہ وہ حلال کاروبار شروع کریں اور ہر مرحلے پر سیرت کے اصولوں کی رپورٹ جمع کروائیں۔ یونیورسٹیوں اور دینی مدارس میں مشترکہ ورکشاپس ہوں جہاں تاجر اور علما مل کر سیرت کی روشنی میں جدید مسائل کے حل تلاش کریں۔ جب نوجوان کاروبار شروع کرنے سے پہلے سیرت کو اپنا

---

[47] النووي، یحیی بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ جلد 7، صفحہ 189۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1999

[48] ابن تیمیۃ، تقي الدین أحمد بن عبد الحلیم۔ مجموع الفتاوی۔ جلد 28، صفحہ 345۔ مجمع الملک فھد، المدینۃ المنورۃ، 2004

[49] ابن رشد القرطبي، محمد بن أحمد۔ بدایۃ المجتھد۔ جلد 3، صفحہ 278۔ دار الحدیث، القاھرۃ، 2005

[50] القرضاوي، یوسف۔ فقہ الربا والفوائد۔ صفحہ 412۔ مکتبۃ وھبۃ، القاھرۃ، 2010

مینٹورمان لیں گے تونہ وہ نفع خوری کریں گے، نہ دھوکہ دہی، اور نہ ہی حرام میں ہاتھ ڈالیں گے۔ سیرت کی تربیت ہی پاکستانی معیشت کو اخلاقی اور پائیدار بنا سکتی ہے۔

اسلامی Entrepreneurship کا مستقبل

اسلامی Entrepreneurship کا مستقبل بہت روشن ہے کیونکہ دنیا اب اخلاقی کاروبار، پائیداری اور سماجی ذمہ داری کی طرف جا رہی ہے، اور یہ سب کچھ سیرتِ نبویؐ میں پہلے سے موجود ہے۔ اگلے دس سالوں میں اسلامی بینکنگ، حلال فوڈ انڈسٹری، اسلامی فین ٹیک، گرین سکوک اور مائیکرو فنانس اربوں ڈالر کی انڈسٹری بن جائیں گی۔ مسلم نوجوان اگر ابھی سے حلال، شفاف اور خدمت پر مبنی کاروبار شروع کریں تو 2040 تک دنیا کی سب سے بڑی معیشتیں مسلم تاجروں کے ہاتھ میں ہوں گی۔ خاص طور پر پاکستان، انڈونیشیا، ملائیشیا اور ترکی کے نوجوانوں کے پاس موقع ہے کہ وہ سیرت کے اصولوں پر Startup Revolution لے کر آئیں۔ جب دنیا سود، کرپشن اور ماحولیاتی تباہی سے تنگ آ کر متبادل ڈھونڈے گی تو اسلامی ماڈل ہی واحد حل ہو گا۔ اگر ہم نے اپنے نوجوانوں کو سیرت کی روشنی میں تیار کر لیا تو آنے والا دور پھر وہی دورِ صحابہؓ والا ہو گا جہاں تجارت بھی عبادت اور تاجر بھی ولی اللہ کہلاتے تھے۔